{7} پاکستان کے اندر فوج اور سرکاری املاک پر حملے کرنے والوں کو عقل سے کام لینا چاہیے، کہیں وہ امریکہ اور اسرائیل کے پٹھو انڈیا کے ہاتھوں نادانستہ کھلونا تو نہیں بن رہے ہیں!

{8} بھارت کو پاک چائنا اکنامک کوریڈور (C PEC) سے بڑی تکلیف ہے اور وہ بوکھلاہٹ میں بدزبانی پر اتر آئی ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کشمیر میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق استصواب رائے کرادیں، تو اس کوریڈور سے کشمیر کے علاوہ خود بھارت بھی فائدہ پاسکتا ہے۔

{9} دشمنان اسلام نے اپنے جاسوسوں، گماشتوں اور سفارتی و مالی مداخلت کے ذریعے دہشت گردی کو سپورٹ کر کے دنیائے انسانیت میں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے خلاف نفرت کی غلیظ فضا بنائی ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ صحیح اسلامی خطوط پر جہاد فی سبیل اللہ کو روشناس کرائیں۔ اور دنیا میں ہر جگہ ظلم واستحصال کے خلاف امت اسلامیہ کی افرادی قوت کو بروئے کار لا کر دنیا کے سامنے جہاد فی سبیل اللہ کی برکات کا عملی مظاہرہ پیش کریں۔ یہی امت اسلامیہ کے تمام مسائل کا واحد حل ہے۔

{10} نریندر مودی راشٹریہ سیوک سنگھ RSS کا دہشت گرد جیالا تھا، اس نے انتہا پسندی کے بل پر گجرات کی وزارت اعلیٰ حاصل کی۔ پھر بابری مسجد کی شہادت اور مسلمانوں کے قتل عام کے عوض جمہوری ملک کی وزارت عظمیٰ کا منصب بھی ہتھیا لیا۔ آج بھی اس کی فکر اور سوچ RSS کے ایک دہشت گرد کارکن کی سطح سے بلند نہیں ہوسکی؛ جس کا ثبوت اس کے حالیہ پاکستان مخالف بیانات اور دھمکیاں ہیں۔ شاید اس ذہنی پسماندگی میں ہندو مذہب کی تنگ ظرفی کا بھی بڑا ہاتھ ہے؛ ورنہ بیچارے کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ آج اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک مسلمہ ایٹمی قوت ہے۔ بھارت کا ہر شہر ہمارے میزائلوں کی زد میں ہے۔ ''سرجیکل سٹرائک'' کا نام لینا تو درکنار، سرحدی چھیڑ چھاڑ سے پہلے بھی اسے ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔

{11} مودی کی ذہنی پستی اور انتہا پسندی اور انڈیا سرکار کی ریاستی دہشت گردی منظر عام پر آنے کے بعد اقوام عالم پر لازم ہوگیا ہے کہ ان کے ہاتھ سے ایٹمی ہتھیار چھین لیں۔ بیوقوف اور احمق حکمرانوں کے ہاتھوں میں ایٹمی ہتھیار کا ہونا بندر کے ہاتھ میں چھری دینے کی طرح خطرناک ہوسکتا ہے۔

{12} پاکستان میں کرکٹ کھیل پر پابندی لگائی جانی چاہیے؛ کیونکہ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ بھی خنزیر کے گوشت کی طرح بے غیرتی پیدا کرتا ہے۔ جن دنوں پاکستان کے حامیوں کو بنگلہ دیش میں پھانسی دی گئی، ہماری کرکٹ ٹیم وہاں پہنچی اور زمینی حقائق سے اندھے ہو کر ہاؤ ہو کرتے ہوئے کھیلنے لگ گئے۔

درس قرآن مجید

تراشۂ رحمانی در فوائد قرآنی

ڈاکٹر محمد اسماعیل امین

﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○﴾ [البقرة ۷۸-۷۹]

ترجمہ: ''اوران میں سے کچھ اَن پڑھ ہیں، جو کتاب کا علم نہیں رکھتے سوائے آرزوؤں کے، اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں۔ پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تا کہ وہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کریں، پس ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا، اور ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو وہ کماتے ہیں۔''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر

سابقہ آیتوں میں بنی اسرائیل کی انتہائی سرکشیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی قبولیت ایمان سے ناامیدی کا اظہار ہے۔ اسی کے ساتھ بنی اسرائیل کے مختلف طبقوں کی نشاندہی بھی کردی گئی۔ آیت ۷۵ میں ان کے علمائے سوء کے ہاتھوں آسمانی کتابوں میں تحریف کا خاص تذکرہ ہوا۔ پھر آیت ۷۶-۷۷ میں ان میں سے منافق طبقے کے عمل بد کا تذکرہ ہوا۔ زیر تفسیر پہلی آیت میں ان کے ناخواندہ عوام کا تذکرہ ہے اور دوسری آیت میں ان کے علمائے سوء کے ہاتھوں واقع ہونے والے تحریف کی مذمت۔

امام المفسرین ابن جریر الطبری فرماتے ہیں: آیت کریمہ ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ﴾ کا عطف بھی ﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا﴾ پر ہے۔ یعنی بنی اسرائیل میں یہ تمام طبقے: علمائے سوء اور منافقین حتی کہ عوام الناس جنہیں ان کے علماء نے باطل آرزو اور سبز باغ دکھا کر گمراہ کر رکھا ہے، اور وہ بھی حق کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں؛ آپ اہل ایمان کو ان سب کے ایمان لانے کی امید نہیں کرنی چاہیے۔

فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ﴾ یہ یہود ہیں۔یعنی بنی اسرائیل میں ایک طبقہ اُمّیٌّ ہیں،یعنی پڑھنا لکھنا کچھ بھی نہیں جانتے ہیں۔یہ اُمٌّ یعنی ماں کی طرف منسوب ہے؛ کیونکہ بچہ جیسے ماں نے جنا تھا، ویسے ہی رہا۔یعنی اس نے پڑھنا لکھنا بالکل نہیں سیکھا۔بعض کے نزدیک ماں کی طرف نسبت اس لیے ہے کہ ماں میں بسا اوقات پڑھائی لکھائی کی ناواقفیت باپ سے زیادہ ہوتی ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ اور ان کی امت' خاص طور پر عرب کی نسبت اُمّیٌّ کی طرف ہوئی ہے۔یہ صفت نبی اکرم ﷺ کے حق میں فضل وشرف ہے اور امت کے بارے میں اس وقت کی زمینی حقیقت۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ﴾ [الأعراف ۱۵۸] '' ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ [الجمعة ۲] '' ارشادِ نبوی ہے: ''إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ ...... '' [البخاري ح:۱۹۱۳] ''ہم ان پڑھ قوم ہیں، ہمیں (یعنی اکثریت کو) لکھنا اور حساب کرنا نہیں آتا...... ''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ﴿أُمِّيُّونَ﴾ سے مراد وہ قوم ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث پیغمبر ﷺ اور نازل شدہ کتاب کی تکذیب کی۔پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا۔اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور کتابوں کے انکار کی وجہ سے انہیں یہ لقب دیا گیا۔ حافظ ابن جریر کہتے ہیں: یہ قول عرب سے منقول ومشہور کلام کے مخالف ہے۔کیونکہ عرب کے ہاں امیّ وہی ہے جسے لکھنا پڑھنا نہ آتا ہو۔حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: یہ قول جہاں معنوی طور پر درست نہیں وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی سند بھی قابل اعتراض ہے۔دونوں ائمہ تفسیر کے قول کی تائید آیت کریمہ کا سیاق وسباق بھی کررہا ہے۔کیونکہ اس کے بعد ﴿لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ﴾ ہے۔امام قرطبی نے امیون کی تفسیر میں اور چند اقوال کی طرف بھی اشارہ کرکے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

﴿لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ﴾ میں فعل مضارع منفی ہے۔اور ﴿الْكِتَابَ﴾ ال لگنے سے خاص کتاب تورات مراد ہے۔ ﴿لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ﴾ کی تفسیر میں امام طبری نے سلف صالحین سے مختلف روایات نقل کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے اندر موجود حدود واحکام وفرائض کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ان کے پاس کتاب اللہ کے بارے میں اس قدر جہالت ہے کہ ان کی مثال جانوروں کی طرح ہے۔

﴿لا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ میں اَمَانِيّ اُمْنِيَّة کی جمع ہے۔ اور اُمْنِيَّة اُفْعُولَة کے وزن پر ہے۔ یہ اصل میں اُمْنُوِيَة تھا، تعلیل ہوکر اُمْنِيَّة ہوا ہے۔

اَمَانِيّ کے ہم وزن الفاظ اَثَافِيّ ، اَغَانِيّ میں یائے مشدد اور یائے مخفف کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ جیسے مَفَاتِيْح اور مَفَاتِح یا کے ساتھ اور اس کے بغیر بھی پڑھا جاتا ہے۔

﴿اَمَانِيّ﴾ کی تفسیر میں دو مشہور قول ہیں: (١) معانی سمجھے بغیر ظاہری الفاظ کی قراءت۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ أی: قراء ته.

اور کعب بن مالک کا شعر ہے: تَمَنّٰى كتابَ اللهِ أوّلَ ليلةٍ و آخرَه لاقى حمامَ المقادِيْر

ایک اور شاعر لکھتا ہے: تَمَنّٰى كتابَ اللهِ آخرَ ليلةٍ تمنّي داؤد الزبورَ على رِسْلِ

دونوں اشعار میں تَمَنّٰى قرأ کے معنی میں آیا ہے۔ اور اسی قول کی طرف امام بغوی کا میلان نظر آتا ہے۔ متأخرین میں سے علامہ السعدي اور علامہ ابن العثيمين نے صرف یہی قول نقل کیا ہے۔

امام طبری، حافظ ابن کثیر اور علامہ شنقیطی وغیرہ نے اس قول کو رد کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے اس کے بعد فرمایا: ﴿وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ یعنی وہ فقط ظن سے کام لیتے ہیں۔ اگر أَمَانِيّ کے معنی تلاوت ہوں، تو معنی یہ ہوگا کہ وہ ظن وگمان پر تلاوت کرتے ہیں۔ حالانکہ تلاوت کرنے والا اگرچہ معانی کا علم نہ بھی رکھتا ہو، تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شک اور ظن سے کام لینے والا ہو۔☆

اور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تورات کی تلاوت کرنے والوں کے بارے میں یہ خبر وارد نہیں ہوئی ہے کہ وہ شک کرنے والے بھی تھے۔ امام طبری کہتے ہیں کہ اسی طرح ان لوگوں کی تفسیر بھی درست نہیں ہے، جو کہتے ہیں کہ ﴿اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ سے مراد ان کی خواہش اور چاہت وتمنا ہے۔ کیونکہ تمنا کرنے والے کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی تمنا میں گمان کرتا ہے۔☆ اسی طرح ﴿أَمَانِيّ﴾ کے معنی یہاں تلاوت کہنا مناسب نہیں، کیونکہ اسی کے ساتھ ﴿وَمِنْهُمْ

☆ غیر راسخ علماء اور کم علم لوگوں کا فہم کتاب الٰہی ہماری امت میں بھی زیادہ تر ظن وگمان پر ہی مبنی ہوتا ہے۔

☆ باطل فرقہ پرستوں کا سرمایۂ عقیدہ ومحورِ عقیدت ہی یہ ہے کہ بزرگوں کی بیان کردہ جھوٹی کہانیوں کے سہارے غلط تمناؤں اور ظن وگمان کی بنیاد پر سہانے خواب ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ کیا یہود ونصاری اس عیب سے بری ہوں گے؟!

أُمِيُّوْنَ﴾ آیا ہے۔ اور اُمِیّ تو پڑھ نہیں سکتا، پھر تلاوت کیسے کرے گا؟!

(۲) أَمَانِیّ کے دوسرے معنی ہیں: جھوٹی باتیں اور من گڑھت قصے کہانیاں۔

﴿لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے اَن پڑھ طبقے کے ہاں کتاب کا کوئی علم نہیں، مگر بے بنیاد باتوں اور گمانوں پر گزارہ ہے، جس میں انہیں ان کے علماء نے مبتلا کر رکھا ہے۔ مثلاً: ہم اللہ کے چہیتے ہیں، جنت میں یہود کے سوا کوئی نہ جائے گا۔ اگر ہم گناہوں کی پاداش میں جہنم میں گئے بھی، تو چند دنوں سے زیادہ نہیں رہیں گے، ہمارے بزرگ ہمیں بخشوالیں گے۔ والعیاذ باللہ

اس توجیہ کی تائید ان آیات سے بھی ہوتی ہے: ﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ﴾ [البقرة ۱۱۱]، ﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ [النساء ۱۲۳] ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ﴾ [المائدة ۱۸]، ﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾ [البقرة ۸۰]

أُمْنِيَّة من گھڑت قصوں اور جھوٹی باتوں کے لیے عربی زبان میں استعمال ہوا ہے۔ جو شخص جھوٹی بات گھڑ لے اسے کہا جاتا ہے: تَمَنَّيْتُ كَذَا۔ جیسا کہ حضرت عثمان ؓ سے ایک اثر بھی منقول ہے: ''مَا تَغَنَّيْتُ وَلَا تَمَنَّيْتُ ...'' [ابن ماجه: ۳۱۱ ف جدًا] ''میں نے کبھی گانا نہیں گایا اور کبھی جھوٹ نہیں بولا۔'' اور یہی توجیہ ابن عباس ؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور اسے امام طبری، حافظ ابن کثیر اور شیخ شنقیطی وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ میں ﴿اِنْ﴾ ما نافیہ کے معنی میں ہے۔ ﴿یظنون﴾ الظن غیر یقینی اعتقادی مسئلے میں دونوں جانب تردد پیدا ہونے کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ اپنی بے بنیاد آرزوؤں اور جھوٹے قصے کہانیوں میں بے یقینی اور شک میں مبتلا ہیں۔ اور بعض سلف نے ظن کا معنی ''جھوٹ'' اور بعض نے ''اندازہ لگانے'' کا کیا ہے۔ یعنی ان پڑھ یہودی اپنے علمائے سوء سے جو بھی سنتے ہیں، وہ اسے اندھا دھند حق سمجھتے ہوئے ان کی تقلید میں گم ہیں۔

﴿اَمَانِيّ﴾ کی تفسیر بعض علماء کے نزدیک ظاہری الفاظ کی تلاوت ہے۔ ان کے ہاں ﴿ان هم الا يظنون﴾ کی توجیہ یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری الفاظ کی تلاوت کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے پاس علم نہ ہونے کی وجہ سے صرف ظن و گمان میں لگے رہتے ہیں۔

زیر تفسیر دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ بنی اسرائیل کے علمائے سوء کے ہاتھوں تحریف کی مذمت کرتے

ہوئے انہیں وعید سنائی ہے: ﴿فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝﴾
ف حرف عطف ہے ﴿ویلٌ﴾ سخت وعید اور ڈانٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس میں ہلاکت اور بہت بڑی تباہی کا مفہوم ہے۔ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ویلٌ جہنم کی ایک گہری وادی کا نام ہے، جس میں کافر ستر سال تک گرتا چلا جائے گا، مگر اس کی تہ تک نہیں پہنچے گا۔'' [الترمذي ٣١٦٤، أحمد ٣/٧٥ أنكره ابن كثير وضعفه الألباني] اس کی سند میں دراج عن أبي الهيثم ہے۔ دراج کی روایت أبو الهيثم سے ضعیف ہے۔ [تقريب التهذيب ١٨٣٣]

ویلٌ کا معنی تفسیر طبری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے، لیکن حافظ ابن کثیر نے اسے غریبٌ جداً کہا ہے۔

حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں: ''ویل جہنم میں ایک وادی کا نام ہے، اگر اس میں پہاڑ بھی ڈالا جائے تو اس کی گہرائی کی حرارت سے پگھل جائے۔'' حضرت ابوعیاض کہتے ہیں: ''ویل جہنم کی تہ میں وہ جگہ ہے، جہاں اہل جہنم کی پیپ وغیرہ جمع ہوتی ہے۔'' ان دونوں آثار کی سند کو ہمارے استاد ڈاکٹر حکمت بشیر یٰسین نے صحیح قرار دیا ہے۔

امام قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے لغوی معنی نقل کیا ہے: امام خلیل فراھیدی کہتے ہیں: شر کی شدت کو ویل کہا جاتا ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں: جو ہلاکت میں گر جائے اسے ویل اور جو ہلاکت کے قریب پہنچے اسے وَیحٌ کہتے ہیں۔ اصمعی کہتے ہیں: درد اور تکلیف کے لیے ویل اور رحم کے لیے ویح استعمال ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک حزن و پریشانی کے لیے ویل بولا جاتا ہے۔

ویلٌ اسم نکرہ ہے۔ لغت عرب میں نکرہ سے ابتدا کرنا جائز نہیں ہے، لیکن وَیلٌ میں بددعا کا معنی ہے، اس لیے اس سے ابتدا جائز ہوئی ہے۔ اور اس میں تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ اسی لیے ترجمہ میں ''بڑی ہلاکت'' لکھا گیا ہے۔

﴿لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ﴾ الذينَ اسم موصول اور یکتبون الکتاب فعل فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ صلہ ہے۔ الکتابَ سے مراد تورات ہے۔ ﴿بأيديهم﴾: لکھنا ہاتھ سے ہی ہوتا ہے، اس کے باوجود آیت کریمہ میں کتابت کی نسبت ہاتھوں کی طرف کی گئی۔ اس قید کی وجہ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں:

۱: یکتبون کے بعد بأیدیهم تاکید کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ﴿وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾، ﴿يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم﴾ میں آیا ہے۔

۲: جب لکھنے والا کسی کے حکم سے لکھتا ہے، تو اس مکتوب کی نسبت کاتب کے بجائے لکھوانے والے کی طرف کی

جاتی ہے۔ زیرِ تفسیر آیت میں یہ وضاحت مقصود ہے کہ تورات میں تحریف کرنے والے ان کے علمائے سوء خود ہیں۔ وہ عموماً کسی ظالم کے حکم سے مجبور ہو کر ایسا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے گھٹیا مقاصد کی خاطر اس سنگین جرم کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ''ہاتھوں'' کی طرف نسبت سے اس جرم کی سنگینی اور قباحت واضح ہوتی ہے۔

﴿ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ثم حرفِ تراخی ہے، جو بعد کا معنی ادا کرتا ہے۔ یعنی نعوذ باللہ اپنے ہاتھوں سے گھڑی ہوئی عبارت کو اللہ عزوجل کا کلام کہتے تھے۔

﴿لِیَشْتَرُوْا بِهٖ﴾ لیشتروا میں لام تعلیل ہے۔ یشتروا کا مصدر اشتراء ہے، جو بدل دینے کو کہا جاتا ہے۔ شراء خرید و فروخت دونوں کے لیے آتا ہے۔ سیاقِ آیت کی روشنی میں یہاں خریدنے کا معنی اقرب ہے۔

﴿ثَمَنًا قلیلا﴾ ثمن قیمت اور معاوضے کو کہا جاتا ہے۔ قلیل اس کی صفت ہے۔ یعنی وہ کتاب الٰہی میں تحریف اس لیے کرتے تھے کہ اس کے بدلے تھوڑا سا معاوضہ حاصل کریں۔ ثمن قلیل سے مراد دنیاوی مال و مفاد ہے، اگرچہ ساری دنیا و ما فیہا حاصل ہو۔ ''دنیا'' کو اس کی بے ثباتی اور یقینی زوال کی وجہ سے ثمن قلیل کہا ہے۔ نیز اس طرح حاصل شدہ مال و مفاد کی حرمت کی وجہ سے بھی قلیل کہا گیا ہے، کیونکہ حرام میں برکت نہیں ہوتی۔

پھر شریعت الٰہیہ کی پابندی اتنی قیمتی چیز ہے کہ ساری دنیا کا مال و متاع اور سلطنت و حکومت اس کے مقابلے میں ہیچ اور ثمن قلیل ہے۔ کیونکہ شریعت پر عمل پیرا ہونے سے جنت کی ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے، جس کا موازنہ ساری دنیا کا عیش و آرام یکجا ہو کر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

زیرِ تفسیر آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کے بدترین کرتوت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس بارے میں سلف صالحین سے مختلف تفسیری روایات منقول ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے علمائے سوء اپنی دنیاوی مفادات، خودغرضی اور عوام پر اپنی سرداری برقرار رکھنے کے لیے آخری نبی ﷺ پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ اور کتاب الٰہی میں تحریف کر کے بیچارے مقلد عوام کو بھی حق سے دور رکھا۔

ان کا ایک ظلم یہ تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق تورات میں موجود واضح صفات میں بھی تحریف کرتے تھے۔ اور لوگوں کے دریافت کرنے پر بھی صفاتِ نبویہ چھپا کر راہِ حق سے روکتے تھے۔ اس میں انہیں قومی و دینی تقریبات اور رسوم و رواج کے ذریعے حاصل مراعات و مفادات کے خاتمے کا اندیشہ تھا۔

دنیا کے عارضی مفادات کو آخرت کی دائمی ولازوال نعمتوں پر ترجیح دینے والے ان تحریف کاروں کو وعید سناتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○﴾

مِمَّا اصل میں (مِنْ + مَا) ہے۔ پھر نون کو میم سے بدل کر میم میں ادغام کر دیا گیا۔

﴿یکسبون﴾ کا مصدر ہے: الکسب یعنی کمانا۔ جو بھی اپنی محنت ومشقت یا مہارت وہنر کے ذریعے مال کمائے اسے کاسب کہا جاتا ہے۔ سلف سے یکسبون کی تفسیر میں دو اقوال وارد ہوئے ہیں:

(۱) اس تحریف کے ذریعے اللہ تعالی کی نافرمانی کرکے بہت بڑا گناہ کماتے تھے۔

(۲) اس تحریف کے ذریعے دنیائے فانی کا مال کماتے تھے۔ یہی معنی سیاقِ آیت کے زیادہ موافق ہے۔

آیت کریمہ میں ان کی اس بدعملی کی انتہائی سنگینی اور اس جرم کی انتہائی قباحت کا پردہ چاک کرنے کے لیے ﴿ویل﴾ کا لفظ بار بار بیان کیا گیا ہے۔ [انظر التفاسير التالية: الطبري، القرطبي، البغوي، ابن الجوزي، ابن عطية، ابن كثير، الشنقيطي، السعدي، ابن العثيمين، بهنوي]

دونوں آیات سے مستنبط فوائد:

فائدہ نمبر 1: ﴿ومنهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني﴾ آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ان پڑھ طبقے کی مذمت ہے، کیونکہ اس کا عطف سابقہ آیت ﴿افتطمعون ان يؤمنوا لكم﴾ پر ہے۔ یعنی یہ طبقہ بھی ان لوگوں میں شامل ہے، جن کی ہدایت کی امید رکھنا فضول ہے۔ یہ لوگ تقلید کے بل پر ظن وخوش فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ کا پڑھائی لکھائی سے ناواقف ہونا آپ پر نازل شدہ قرآن پاک کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی بڑی نشانی ہے، کیونکہ ایک امی شخص کی زبان مبارک سے فصیح وبلیغ ترین اور پرمغز ومفید ترین کلام کا جاری ہونا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ○﴾ [العنكبوت ۴۸] اگر آپ کو نبوت سے پہلے پڑھنا لکھنا آتا تو باطل پرست لوگوں کو شک وشبہ کا موقع ملتا۔

فائدہ نمبر 2: ﴿لا يعلمون الكتب الا اماني وان هم الا يظنون﴾ اس آیت میں بنی اسرائیل کے عوام کی حالت بیان کی گئی کہ ان کے علماء نے انہیں من گھڑت قصوں اور جھوٹی کہانیوں کے ذریعے خوش فہمیوں میں مصروف رکھا ہے۔ فرمان نبوی ہے: "لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ" [صحيح البخاري ۷۳۲۰] "تم لوگ

ضرور اپنے سے پہلے والوں (یہود و نصاریٰ) کے نقش قدم کے برابر چلو گے، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔'' اس نبوی پیش گوئی کے مصداق آج امت اسلامیہ کے فرقہ پرست بدعتی عوام بھی کتاب وسنت سے ثابت عقائد واعمال کو چھوڑ کر شرک و بدعت اور خرافات کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور ان کے علماء انہیں من گھڑت قصوں اور ضعیف روایات کے ذریعے طفل تسلیاں دے رہے ہیں۔

فائدہ نمبر 3: ﴿ومنهم أميون لا يعلمون الكتاب الا امانيَّ﴾ کی ایک تفسیر کے مطابق یہود کے ان پڑھ لوگ تورات کے معانی کے فہم اور اس کے احکامات کی فقہ سے عاری ہو کر صرف ظاہری الفاظ کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر اس قسم میں سے بعض خود غرض لوگ تھوڑی سی شد بد حاصل کرنے کے بعد ذاتی مطالعہ کے بل پر بلاخوف وجھجک فتوی بھی دیتے ہیں۔ جبکہ ان کے پاس کتاب الہی کے صحیح مفہوم کا ادراک اور علمی رسوخ نہیں ہوتا۔ دین کے بارے میں ان کی معرفت محض ظن اور گمان پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ انتہائی مذموم عمل ہے۔[السعدي، ابن العثيمين]

فائدہ نمبر 4: ﴿وان هم الا يظنون﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ پختہ علم کے بغیر ظن وگمان کی بنیاد پر دین کے مسائل میں بحث کرنا، فیصلہ کرنا یا فتوی دینا بڑا مذموم عمل ہے اور یہ یہودیوں کی صفات میں سے ہے۔[ابن العثيمين]

کچھ نااہل لوگوں کو عالم دین کہلانے اور مفتی بننے کا بڑا شوق ہوتا ہے، اس لیے وہ جہالت کے ساتھ غیر شعوری طور پر لوگوں کو فتویٰ دیتے ہیں۔ اس طرح وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ

فائدہ نمبر 5: الشیخ ابن العثیمین کہتے ہیں: چونکہ مقلد دلیل اور معنی کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے مقلد عالم دین نہیں ہو سکتا۔ حافظ ابن عبد البر نے علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ مقلد کو علماء میں شمار نہیں کیا جاتا۔ شیخ ابن العثیمین کہتے ہیں: یہ بات صحیح ہے کہ مقلد عالم نہیں ہو سکتا، کیونکہ مقلد کی مثال کتاب کی فوٹو کاپی جیسی ہے۔ بلکہ انسان بھول جاتا ہے اور کتاب میں زیادہ ضبط ہوتی ہے۔ پھر شیخ صاحب کہتے ہیں: اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تقلید کا مطلق انکار کرتے ہیں۔ مذموم تقلید وہ ہے جو واضح دلیل کے خلاف ہو یا اس کی بنیاد عدم فہم اور ظن پر ہو۔ اور تقلید بعض مواقع پر واجب بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [النحل ٤٣]

☆ اس آیت میں اہل علم سے ''سوال'' کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل علم سے سوال کرنے کو جہالت کا علاج قرار دیا ہے، نہ کہ تقلید کا ذریعہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما: سفر میں ایک زخمی صحابی کو احتلام ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے تیمم کا فتوی پوچھا۔==

فائدہ نمبر 6: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ...... فَوَيْلٌ لَّهُمْ ...... وَوَيْلٌ لَّهُمْ﴾

آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہود تورات میں تحریف لفظی کے مرتکب تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے عبارت لکھتے پھر اسے کلام الٰہی قرار دیتے تھے۔

کیا یہود صرف تحریف معنوی کے مرتکب تھے یا تحریف لفظی بھی کرتے تھے؟ اس مسئلے میں تفصیل کے لیے دیکھیے:
الترات 64/16 فائدہ نمبر 6

زیرِ تفسیر آیت مبارکہ میں ان حضرات کو خاص طور پر غور کرنا چاہیے، جو قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح احادیث کے بجائے تورات، انجیل اور تلمود وغیرہ سے نقل کا شوق کرتے ہیں۔ جن میں تحریف واقع ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔ اور جن میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر سنگین تہمتیں، بے سروپا باتیں، علمی غلطیاں اور معلومات میں باہم تضاد لفظی تحریف کی واضح گواہی دے رہے ہیں۔

ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اہل کتاب سے کسی بھی خبر کے متعلق کیوں پوچھتے ہو؟ جبکہ تمہاری کتاب جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہے سب سے نئی اور تازہ ہے۔ تم اسے خالص اور ملاوٹ سے پاک پڑھتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب کو بدل دیا، انہوں نے ہاتھوں سے لکھ کر کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے دنیا کا تھوڑا سا مال کمائیں۔ کیا تمہارے پاس جو علم آیا ہے وہ ان سے دریافت کرنے سے روکتا نہیں؟ قسم ہے اللہ کی! ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ تم سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرتا ہو جو تم پر نازل کی گئی ہے۔''

= انہوں نے غسل کا حکم دیا تو وفات پا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قتلوه قتلهم الله، ألم يكن شفاء العيّ السؤال!'' [أحمد ٣٠٥٦ وصححه الأرنؤوط، أبو داؤد ٣٣٦، ابن ماجه ٥٧٢ وحسنه الألباني] ''انہوں نے اسے قتل کیا، اللہ انہیں ہلاک کرے، کیا لاعلمی کا علاج سوال نہیں تھا؟!'' اس واقعے میں زخمی شخص نے اپنے ساتھیوں کے غلط فتوی پر عمل کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو گنہگار قرار دیا، حالانکہ زخمی شخص نے ان کی تقلید ہی کی تھی۔ آپ ﷺ نے تحقیق کا حکم دیا۔ یعنی معاملہ اسی کی حالت پر چھوڑ دیتے تو وہ تیمم کر لیتا، کیونکہ اس نے خطرہ محسوس کر لیا تھا۔ (جس طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سخت سردی کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ [أبو داؤد ٣٣٤]) بعد میں ''اہل علم'' سے ''سوال کرتے'' تو ''علمی رہنمائی'' حاصل ہو جاتی۔

پس تقلید جہالت کا مہلک ثمر ہے اور سوال اہل علم جہالت کا شافی علاج۔ لہٰذا اس آیت سے تقلید کا استدلال درست نہیں۔ (ابو محمد)

فائدہ نمبر 7: ﴿فویلٌ لِلّذینَ یکتبونَ الکتابَ﴾ آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرنا اور اس کے مفاہیم ومطالب کو بدلنا بہت بڑا جرم ہے۔ جس کی سزا جہنم کی خصوصی وادی ویل کا شدید ترین عذاب ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ میں شریعت الٰہیہ میں تبدیلی اور کمی بیشی کی سخت ترین وعید اور تحذیر ہے۔

پس جو بھی اللہ تعالیٰ کے دین میں تبدیلی کرے یا بدعتوں وخرافات کا اضافہ کرے، وہ مذکورہ وعید شدید اور عذاب الیم میں داخل ہوں گے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو سخت تحذیر فرمایا: ''خبردار! تم سے قبل اہل کتاب 72 فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہ امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے ایک کے سوا سب جہنم میں داخل ہوں گے۔ اور نجات پانے والا فرقہ صرف وہی ہے جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے منہج پر چلنے والا ہو۔''

[الترمذي ٢٦٤٣ وحسنه الألباني، البدع والنهي عنها ٢٥ لمحمد وضاح القرطبي ٢٨٦هـ، السنة ٥٩ لمحمد بن نصر المروزي ٢٩٤هـ، الشريعة ٢٤ لمحمد بن حسين الآجري ٣٦٠، المعجم الكبير ١٤٦٤٦ لسليمان بن أحمد الطبراني ٣٦٠هـ، المستدرك على الصحيحين ٤٤٤ لمحمد بن عبدالله الحاكم ٤٠٥هـ]

رسول اللہ ﷺ نے امت کو کتاب اللہ وسنت نبوی اور منہج صحابہ میں اضافہ کرنے سے خوب تحذیر فرمائی ہے۔ بدقسمتی سے امت کے فرقوں میں بدعات اور خرافات کا سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾ وإلى اللهِ المشتكىٰ [القرطبي]

اس آیت میں اللہ پاک کے دین کامل میں بغیر علم کے بات کرنے کی سخت وعید ہے۔ اور اس عمل پر جو کمائی کی جائے، وہ حرام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿فویلٌ لھم مِما کتبتْ ایدیھم وویلٌ لھم مِما یکسِبُوْنَ﴾ معلوم ہوا کہ حرام کام سے حاصل شدہ کمائی حرام ہے۔ یہ جرم نہ صرف اس دھوکہ وخیانت کے مرتکب انسان کو گناہ میں غرق کرتا ہے؛ بلکہ اس علمی خیانت سے دوسروں کے لیے بھی گمراہی وہلاکت کا راستہ کھل جاتا ہے۔ [ابن العثيمين]

فائدہ نمبر 8: ﴿فویلٌ لھم مِما کتبتْ ایدیھم وویلٌ لھم مما یکسبون﴾ آیت مبارکہ میں اسباب، وجوہات، علتوں اور نتائج کے درمیان تعلق کی بھی دلیل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں سنائی گئی وعید کا سبب بھی بیان فرمایا، کہ یہ ہلاکت کی وعید ان کے ہاتھوں کی کتابت کی وجہ سے ہے، جس سے کلام الٰہی میں تحریف واقع ہوئی۔ پھر اس حرام کاری کی کمائی کی وجہ سے ان کے لیے ویل ہے۔ [ابن العثيمين]

فائدہ نمبر 9: ﴿لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلاً﴾ بعض علماء نے اس آیت سے قرآن مجید (مصحف) کی فروخت کو

ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ آیت کا مصداق صرف وہی لوگ ہیں جو دنیا کی کمائی کے لیے کلام الٰہی میں تحریف کرتے اور لوگوں کو دین کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں۔ [أحسن البیان]

پھر قرآن مجید کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا شرعاً مطلوب ہے، تو اس میں کاروباری ذریعے پر پابندی لگانا کیسے درست ہوگا؟

اسی طرح اس قسم کی آیات سے علم دین کی تدریس پر تنخواہ لینے کی حرمت کا استدلال کرنا بھی ضعیف رائے ہے۔

صحیح منہج کے مطابق علم دین کی تعلیم وتدریس پر معاوضہ لینے کے مسئلے کی تفصیل کے لیے التراث شمارہ 35/7-8 کا مطالعہ کیجیے۔ اگرچہ اس مسئلے میں اختلاف ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ کتاب وسنت کا صحیح مفہوم پڑھا کر اجرت لینا جائز ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا حدیث الرقیة میں یہ فرمان ہے: "إنّ أحقّ ما أخذتم عليه أجرًا كتابُ الله"

[صحيح البخاري ٥٧٣٧]

اسی طرح قرآن کی تعلیم کو مال کی عدم موجودگی میں حق مہر کے طور پر مقرر فرمایا گیا ہے۔ [متفق عليه]

ہاں شرعی علوم کے مدرسین کو چاہیے کہ اس عظیم واعلیٰ منصب کو عام مزدوری اور دنیاداری کی طرح ہرگز نہ سمجھیں، بلکہ یہ انتہائی عظیم عبادت ہے، بشرطیکہ اس کی نیت خالص ہو۔

اگر کوئی دینی تعلیم وتعلم کو صرف دنیا کمانے کا ذریعہ بنالے تو یہ خطرناک ہے اور اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت ہوگی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات بیچ کر دنیا کماتے تھے۔ اور دنیاوی مال وجاہ اور سرداری کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے۔ جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں وضاحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَن تعلّم علمًا يُبتغى به وجهُ الله عزوجلّ لا يتعلّمه إلا ليصيب به عرضًا من الدنيا لم يجد عرفَ الجنة يوم القيامة"

[أبو داود ٣٦٦٤ وصححه الألباني]

فائدہ نمبر 10: ﴿ليشتروا به ثمنًا قليلًا﴾ اللہ تعالیٰ نے دنیا ومافیہا کو "تھوڑی سی قیمت" قرار دیا ہے۔ کیونکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بارہا واضح فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ [النساء ٧٧]، ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ [الرعد ٢٦]

متاع اصل میں اس مختصر سامان کو کہا جاتا ہے جو دورانِ سفر استعمال کے لیے مسافر اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔

آخرت کی ابدی زندگی اور دنیا کی فانی زندگی کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے دونوں کی حقیقت سمجھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن ایک آدمی اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا، جو اس دنیا کی پوری تاریخ میں